دورہ ماریشس اور جماعت ماریشس کو نصائح

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ ستمبر ۱۹۸۸ء بمقام روز ہل، ماریشس)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

مشرقی افریقہ کے دورے میں میرا پروگرام یہ تھا کہ یہ چار ممالک جن کا دورہ سفر کا حصہ تھا ان میں ہر ملک میں ایک جمعہ پڑھوں گا۔ چنانچہ گزشتہ جمعہ تک یہ حساب پورا اترتا رہا اور خیال یہ تھا کہ جمعرات کو یہاں سے روانگی ہوگی مگر انسان کے ارادے خدا کی تقدیر کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ ماریشس میں ایک کی بجائے دو جمعے پڑھے جائیں۔

اور باتوں کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ ماریشس میں احمدیت کی تاریخ کو جو اہمیت حاصل ہے اور یہاں کی جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جس طرح من جملہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام پر لبیک کہا ہے اس پہلو سے ان چاروں ممالک میں جن کا میں نے دورہ کیا ہے ماریشس کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ شاید خدا تعالیٰ کی تقدیر یہی ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ اس ملک میں ایک نہیں بلکہ دو جمعے ہونے چاہئیں اور آئندہ کے لئے بھی میں سمجھتا ہوں میرا یہاں ٹھہرنا کئی پہلوؤں سے مفید ثابت ہوا ہے۔ اگر میں جمعرات کا پروگرام بھی رکھتا اور کل یہاں سے جا چکا ہوتا تو بہت سے ضروری مسائل ایسے تھے جن پر توجہ دینا ممکن نہ ہوتا۔ میرا خیال تھا کہ اتنی دیر مجلس عاملہ کی میٹنگ میں بیٹھ کر مشورے کافی ہوں گے، دوسرے بہت زیادہ اور مسائل کو قریب سے دیکھنے سے جو نئے مسائل ابھرتے ہوئے سامنے آئے اُن کا تقاضا یہی تھا کہ زیادہ وقت دیا جاتا اور تسلی سے بیٹھ کر باہم مشورے کئے جاتے۔

ماریشس کی جماعت نے جس طرح پر محبت اور اخلاص سے خیال رکھا ہے ہمارے قافلے

والوں کا اور جس طرح میری نصیحتوں پر فوراً لبیک کہتے ہوئے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کی ہیں اُس پر میں اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسی پاکیزہ اور پیاری اور نیک باتوں پر عمل کرنے والی جماعت عطا فرمائی ہے۔

اس کے علاوہ اس ملک کا شکریہ بھی واجب ہے جس میں صرف جماعت احمدیہ ہی نہیں اس ملک کی حکومت نے بھی اور اس ملک کے عیسائیوں نے بھی اور ہندوؤں نے بھی اور بعض مسلمانوں نے بھی بہت ہی عمدہ حسن سلوک کیا، بہت ہی اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا اور جہاں تک حکومت کا اور حکومت کے سربراہ وزیر اعظم کا تعلق ہے تو عام روزمرہ کے جو اخلاقی تقاضے ہیں اُن سے بڑھ کر معاملہ کیا اور سرسری ملاقات پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ ہمارے کھانے پر بھی تشریف لائے اور کئی گھنٹے مصروفیت کے باوجود وہاں بہت ہی بے تکلف ماحول میں وہاں بیٹھے اور مختلف مضامین پر بے تکلفی سے باتیں کیں اور اُس کے بعد تقریب میں جس قسم کے خیالات کا اظہار کیا اس سے معلوم ہوتا ہے اُن میں بہت اعلیٰ انسانی قدریں ہیں۔حکومت کے پروٹوکال کے تقاضوں کو بالکل بالائے طاق رکھتے ہوئے قطع نظر اس کے کہ یہاں کے باشندے یعنی وہ علماء جو جماعت کی دشمنی پر وقف ہیں وہ کیا کہیں گے۔انہوں نے اس بے تکلفی اور اس بہادری سے جماعت کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کیا اور مجھے خوش آمدید کہی کہ میں حیرت سے اُن کا منہ دیکھتا رہ گیا کہ یہ سیاسی لیڈر ہیں یا انسانی قدروں کے محافظ ہیں۔ایک عام سیاسی لیڈر سے اس قسم کی جرأت مندی کی توقع نہیں کی جاتی۔

اسی طرح اس سفر کے دوران اور یہاں قیام کے دوران مختلف وزرا سے بھی ملاقات ہوئی، مختلف دانشوروں سے ملاقات ہوئی، مختلف عدلیہ کے ماہرین اور ججوں سے ملاقات ہوئی اور وہ سب مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے تھے لیکن اُن سب میں ایک مشترک قدر میں نے دیکھی جس نے میرے دل پر ماریشس کے بسنے والوں کے متعلق بہت ہی اچھا اثر ڈالا۔سب نہایت ہی بااخلاق تھے اور منکسر مزاج تھے۔کسی میں کوئی تکبر کی رگ نظر نہیں آئی اور سب ہی بہت ذہین تھے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ روشن دماغ تھے۔یہی میرا تاثر عمومی طور پر جماعت کے افراد کے متعلق بھی ہے اور باہر کے افراد کے متعلق بھی جسے میں نے خود دیکھا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک میں خدا تعالیٰ نے بہت سی صلاحیتیں بخشی ہوئی ہیں۔بہت سی اعلیٰ قدروں سے اس ملک کو نوازا ہے اور اگر ان کو احمدیت کی جلاء مل

جائے ،احمدیت کی آب ان پر آ جائے تو یہ قوم دنیا کی عظیم الشان قوم کے طور پر منصۂ عالم پر اُبھر سکتی ہے۔

دیگر اہم تقاریر میں جو سب سے نمایاں تقریر تھی وہ یونیورسٹی میں ارتقاء اور اسلام کے مضمون پر میرا مختصر خطاب تھا۔ وزیر قانون بھی وہاں تشریف لائے ہوئے تھے اور یونیورسٹی کے وائس چانسلر صاحب نے شروع میں بھی مجھے خوش آمدید کہا بہت ہی اچھے لفظوں میں اور تقریب کے آخر پر بھی بہت ہی عمدہ خیالات کا اظہار کیا۔ وہاں بھی مجھے یہی نظر آیا کہ یونیورسٹی کا اخلاقی معیار بھی غیر معمولی طور پر نمایاں ہے۔ بہت اعلیٰ حسن سلوک کا اظہار کیا طلباء نے بھی اور اساتذہ نے بھی جس رنگ میں یہ لیکچر سنا باوجود اس کے کہ اُن میں بھی بعض کے خیالات سے مخالفانہ باتیں بھی ہوں گی۔ اُن میں ہندو بھی تھے، اُن میں عیسائی بھی تھے، اسلام کی برتری اس طرح نمایاں طور پر ظاہر ہوتے دیکھ کر ہوسکتا ہے اُن کے مذہبی جذبات پر تھوڑی سی آنچ بھی آئی ہو لیکن اس کے باوجود بڑے حوصلے کے ساتھ انہوں نے گفتگو کو سنا اور بہت ہی عمدہ رنگ میں تقریر کے آخر پر بڑی خوشی کا اظہار کیا کسی برے جذبے کا اظہار نہیں کیا۔ بالعموم جو تاثر یہاں کی سوسائٹی کے متعلق میں نے قائم کیا اُسے یونیورسٹی جا کر اور بھی زیادہ تقویت ملی۔

عزت مآب وزیر تعلیم اور وائس چانسلر صاحب سے مل کر مجھے خصوصیت کے ساتھ بہت خوشی ہوئی۔ یہ ظاہر بات ہے کہ تعلیمی اداروں سے یونیورسٹی کے ساتھ جن لوگوں کا تعلق ہو اور پھر ایک وزیر تعلیم اور ایک وائس چانسلر تعلیم یافتہ تو وہ ہوں گے اور اونچے درجے کے تعلیم یافتہ ہوں گے اور تمام دنیا میں یونیورسٹی سے تعلق رکھنے والے سبھی اساتذہ بھی اور اُن کے بڑے افسران بھی سبھی اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ ہی ہوا کرتے ہیں لیکن جو خصوصیت سے میں نے اُن کی تعلیم میں بات محسوس کی کہ یہ محض دنیاوی علم سے آراستہ نہیں تھے بلکہ علم جو شائستگی عطا کرتا ہے، طبیعت میں جو ادب پیدا کرتا ہے وہ بھی ان دونوں کی طبیعتوں میں بدرجہ اتم پایا۔ تعلیم کا ایک تصور تو یہ ہے کہ دنیا کے علوم پڑھا دیئے جائیں اور ایک تصور یہ ہے کہ نہایت اعلیٰ درجہ کی شائستگی پیدا کی جائے اور یہ جو دوسرا حصہ ہے بعض دفعہ بے تعلیم لوگوں میں بھی مل جاتا ہے اور یہ خدا کے فضل سے ایسا ہوسکتا ہے۔ بظاہر ان پڑھ انسان بھی جب خدا تعالیٰ کے جب فضل جذب کرتا ہے تو اُس کے اخلاق اس کے اطوار اُس کا ملنا جلنا نہایت اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ لوگوں سے بڑھ کر شائستہ ہوسکتا ہے۔ یہ الگ الگ دو چیزیں ہیں اس کو چونکہ میں نے غور سے ان دونوں کو قریب

سے دیکھا اور میں نے اندازہ لگایا کہ یہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں میں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ظاہری تعلیم ہی نہیں بلکہ شائستگی بھی پائی جاتی ہے۔

ایک اہم موقع پریس کانفرنس کا تھا جس میں تمام ملک کے تمام اہم اخبارات کے نمائندگان شامل تھے۔ سوائے ایک مسلمان اخبار کے جس نے بائیکاٹ کیا ہوا تھا اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے نمائندے بھی تھے۔ پریس کانفرنس سے بھی میرے ان خیالات کو تقویت ملی کہ پریس کے نمائندے ہر جگہ ایک ہی طرح کے تربیت یافتہ ہوا کرتے ہیں لیکن یہاں پریس کے نمائندوں میں جو خاص بات محسوس کی کہ نہایت ذہانت کے ساتھ ایسے سوال کرتے تھے جو نفس مضمون میں ڈوب کر ایسے سوالات کرتے اور فلسفیانہ رنگ بھی رکھتے تھے۔ یورپ اور امریکہ میں تو عام ملاقات ہوتی رہتی ہے لیکن مشرقی دنیا میں اس قسم کے اخبار نویس جن کا ذہن صقیل ہو خوب اچھی طرح اور پھر ظاہری طور پر اپنے مضمون سے واقف نہ ہوں بلکہ مضمون کی تہ تک اُتر کر بات کو معلوم کرنا جانتے ہوں۔ یہ عام روزمرہ ملاقاتوں میں نہیں ہوا کرتی یعنی مشرقی دنیا میں۔ بعض تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ کر کے آئے ہیں کہ ہم نے ہر بات میں مخالفت ضرور کرنی ہے۔ بعض معلوم ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ کر کے آئے ہیں کہ جو کچھ بھی یہ کہیں گے ہم نے جو لکھنا ہے اُس کا پہلے فیصلہ کر لیتے ہیں، عجیب وغریب اخبار نویسوں سے مشرقی دنیا میں واسطے پڑتے رہتے ہیں لیکن جیسا کہ افریقہ کے بعض ممالک میں بھی میرا اخبار نویسوں کے متعلق تاثر بہت اچھا تھا یہاں اُس سے بھی اچھا تاثر قائم ہوا ہے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں خدا تعالیٰ نے آپ کو بالعموم ایک تعلیم یافتہ شائستہ سوسائٹی عطا فرمائی ہے اور یہ اس پہلو سے تیار ہے کہ اس پر احمدیت کی روشنی ڈالی جائے تو یہ چمک دمک اُٹھے۔ اس لئے بہت ہی زیادہ ضرورت ہے کہ جماعت احمدیہ کے بڑے چھوٹے مرد اور عورتیں اور بچے بھی اس حسین پیغام کو جو زندگی بخش پیغام ہے جو انسانی قدروں کو صیقل کر کے خدا نما قدروں میں تبدیل کر دیا کرتا ہے اس پیغام کو اپنے تک نہ رکھیں بلکہ کثرت سے اپنے ماحول میں پھیلا دیں۔

اس کے برعکس بعض علماء کی طرف سے بدخلقی کے مظاہرے بھی ہوئے۔ مخالفانہ باتیں تو مخالف کیا ہی کرتے ہیں لیکن دنیا میں ہر قسم کے مخالف ہوتے ہیں بعض انسانی اور اخلاقی قدروں کی حدوں کو پھلانگ کر باہر نہیں جایا کرتے۔ بعض مخالف اخلاقی اور انسانی قدروں کی حدوں کو بڑی آسانی سے پھلانگ جاتے ہیں جو اُن کے نزدیک انسانی اور اخلاقی قدروں کی دیواریں بہت چھوٹی ہوتی ہے

اور اُن کے لئے اُس کو پھلانگنا کوئی مشکل کام نہیں ہوا کرتا۔اس لئے ایسی باتوں کی تو ہر جگہ توقع ہوتی ہے اور ماریشس اس لحاظ سے کوئی استثناء نہیں تھا۔صرف افسوس یہ ہوتا تھا کہ وہ مذاہب جن کو اسلام نے تہذیب سکھائی، جن کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں نے زندگی کے اعلیٰ آداب کی راہیں دکھائی تھیں، وہ مذاہب دوسرے مسلمانوں کے لئے نمونہ بنے ہوئے تھے لیکن اُن کے نمونے سے بھی استفادہ کرنے کی ان کو توفیق نہیں مل رہی۔اس کے باوجود یہ ناانصافی ہوگی اگر یہ کہا جائے کہ یہاں کے علماء اپنے طرز عمل اور اپنی حرکتوں میں پاکستان یا ہندوستان کے علماء کے خاص طبقے کے برابر شمار کئے جاسکتے ہیں۔ یہاں کے علماء تو اُن کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچتے۔ یہاں کے احمدیوں نے ان کے طرز عمل سے دل برداشتہ ہو کر ایسی باتیں کیں کہ ہم بہت شرمندہ ہیں ہمیں بہت افسوس ہے کہ ہمیں ہمارے ملک کے علماء نے ایسی باتیں کیں۔ جب یہ باتیں مجھے پہنچیں تو میں نے ہنس کر کہاں کہ انہوں نے ابھی علماء دیکھے ہی نہیں۔اگر یہ پاکستان میں پیدا ہوئے ہوتے یا پارٹیشن سے پہلے قادیان کے اردگرد جالندھر، ہوشیار پور، بٹالہ یا امرتسر اور پھر دہلی کے علماء سے ان کو واسطہ پڑتا تو اپنے علماء کو فرشتہ سمجھتے۔کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ میں تو ان کو بہت نرم خو سمجھ رہا تھا اُن علماء کے مقابل پر۔اظہار تو کرنا ہی ہے۔ان کے متعلق جو بداخلاقی کا احساس ہوتا ہے یہاں کے باقی لوگوں کے مقابل دیکھ کر احساس ہوتا ہے۔عیسائی پادری بھی تو ایسے ہیں جو سمجھتے ہیں، جانتے ہیں کہ اُن کو سب سے زیادہ خطرہ احمدیت سے ہے۔احمدیت ہی وہ ہے جس نے صلیب توڑ دی ہے اور وہ اس بات سے بے خبر نہیں کہ افریقہ میں بھی یہ احمدیت ہی تھی جس نے اسلام کی حمایت میں اُٹھ کر عیسائیت کی آگے بڑھتی ہوئی رو کا رُخ پلٹ دیا اور بجائے اس کے کہ مسلمان عیسائی ہونے لگیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کثرت کے ساتھ افریقہ کے ممالک میں مسلمانوں نے عیسائیوں کو احمدی کر دیا۔وہ جانتے ہیں کہ اصل مدمقابل کون ہیں۔اس کے باوجود اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔تمام ایسے مواقع پر جہاں اُن کو دعوتیں دی گئیں اُن کے بشپ اور دیگر، بڑے بڑے لوگ بڑے اعلیٰ اخلاق کے ساتھ حاضر ہوئے اور بڑی عمدگی کے ساتھ خوش آمدید بھی کہتے رہے اسی طرح ہندوؤں کا حال ہے اُن کے مذہبی لیڈر ہماری مجالس میں تشریف لائے اور ایسے موضوع پر گفتگو کے دوران جہاں ہندوازم پر اسلام کی برتری ثابت کی جارہی تھی انہوں نے ہرگز کسی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا۔اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور بعض جگہ تعریف بھی کی

اور بعض جگہ اختلاف بھی کیا مگر بہت ہی مہذبانہ طریق پر۔ اُن کے مقابل پر یہ بیچارے بداخلاق دکھائی دے رہے تھے۔ میں ان کا مقابلہ ہرگز نعوذ باللہ پاکستان اور ہندوستان کے علماء کے ایک ٹولے سے نہیں کررہا۔ مگر جب میں یہ کہتا ہوں کہ ٹولہ تو اس سے ہرگز مراد یہ نہیں ہے کہ بڑی تعداد ہے اُن علماء کی میں جانتا ہوں ہندوستان میں بھی اور پاکستان میں بھی جو شریف النفس لوگ ہیں، خدا کا خوف رکھنے والے ہیں اپنے کام سے کام رکھنے والے ہیں لیکن اکثر ان لوگوں کی زبان نہیں ہے بیچاروں کی۔ اکثر تیسری دنیا کے ممالک میں ایک یہ بھی بیماری ہے یہاں شرافت گونگی ہوتی ہے اور شرافت سے ہٹ کر جو دوسری قدریں ہیں وہ جتنا بلند ہوتی چلی جاتی ہیں اُتنا اُن کو زبان ملتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بدی کے انتہائی مقام پر ایسی بلند آواز کے ساتھ آپ کو شور مچانے والے لوگ ملیں گے گویا وہ سارے ملک کی آواز کے نمائندہ بن گئے ہیں۔ اس پہلو سے غلط فہمی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہمارے ملک کے علماء بھی نعوذ باللہ من ذالک سارے ایک جیسے نہیں بلکہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ اُن ایک بھاری اکثریت ہے جنہوں نے اس تمام مخالفت کے دور میں بھی خاموشی اختیار کی ہے اور شرافت کا مظاہرہ کیا اور اپنے اپنے حلقے میں دبی ہوئی زبان سے، ڈری ہوئی زبان سے اس بات کا بھی اظہار کیا کہ یہ ظلم ہو رہا ہے۔ چنانچہ بعض ایسے علماء نے مجھے بھی خط لکھے اور اگر چہ اُن کے نام کا اظہار کرنا مناسب نہیں تھا نہ میں نے کیا لیکن انہوں نے بالکل کھل کر اس بات کا اظہار کیا کہ ہم بے باک تو ضرور ہیں ہماری شرافت زندہ ہے اور ان تمام حرکتوں کو پاکستان میں احمدیت کے خلاف ہو رہی ہیں ان کو مذموم اور ناپسندیدہ اور اسلامی اخلاق سے سخت گری ہوئی حرکتیں سمجھتے ہیں۔ اس لئے اچھے لوگ تو ہر سوسائٹی میں موجود ہیں لیکن بعض سوسائٹیوں کے برے اتنے برے ہو جاتے ہیں کہ اپنی برائیوں میں اتنے نمایاں ہو جاتے ہیں کہ سارے ملک کی شرافت کو اُن کے ذریعہ داغ لگ جاتا ہے اس پہلو سے میں مقابلہ کر رہا ہوں کہ آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کے علماء اُس مقام کے ابھی دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے۔

ایک اور اہم بات جس کا ذکر ضروری ہے وہ گزشتہ بزرگوں کی یاد کو زندہ کرنا ہے، اُن کے لئے تمام دنیا کی جماعتوں کو دعا کی تحریک کرنا ہے۔ ماریشس کی تاریخ میں یہ مختصر سا کردار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی ڈاکٹر لعل دین صاحب نے ادا کیا۔ وقتی طور پر تھوڑی دیر کے لئے (۱۹۱۴ء) یہاں تشریف لائے اور ایک بڑی نسل پیچھے چھوڑ گئے لیکن ماریشس اُن کا مقصود نہیں

تھا۔انہوں نے آگے نیروبی، کینیا اور پھر یوگنڈا جانا تھا اور پھر اللہ کے فضل سے یوگنڈا میں انہوں نے بہت ہی اچھے تاثرات چھوڑے اور خدا کے فضل سے جماعت کی عظیم الشان خدمت سرانجام دی۔اُن کے بعد یہاں دو ایسے احمدی بزرگ آئے جن کے بہت ہی وسیع اور گہرے اثرات یہاں آج تک ملتے ہیں۔ان میں سے ایک تو حضرت صوفی غلام محمد صاحب رضی اللہ عنہ تھے اور ایک حضرت حافظ جمال احمد صاحب رضی اللہ۔صوفی صاحب صحابی بھی تھے عالم بھی تھے بڑے مخلص انسان تھے اور بڑی وجیہ شخصیت تھی اور ان کی تبلیغ سے بہت سے ایسے احمدی ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جن کے کثرت سے بڑے وسیع خاندان یہاں دکھائی دیتے ہیں اور اسی طرح حافظ جمال احمد صاحب کو بھی یہاں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ان کے اپنے خاندان کو خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت میں ہمیشہ نمایاں خدمت کا مقام ملتا رہا ہے اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی ملتا رہے گا۔انہوں نے بہت لمبا عرصہ ماریشس میں رہ کر دین کی خدمت کی ہے اور بہت ہی وسیع اثرات اُن کے آج تک خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہیں اور وہ یہیں مدفون ہیں۔اللہ تعالیٰ اُنہیں غریق رحمت کرے۔دو بزرگ (حافظ عبید اللہ صاحب اور حافظ جمال احمد صاحب) ماریشس کی سرزمین میں مدفون ہیں۔اور ہمیشہ کے لئے ماریشس کی سرزمین کو ان کے پاک وجودوں سے عزت ملتی رہے گی۔

جو انسان بھی کسی ملک کا سفر کرتا ہے تھوڑی دیر رہے خواہ زیادہ دیر رہے کچھ اثرات پیچھے چھوڑ جایا کرتا ہے۔نقوش پا یعنی قدموں کے نشان تو تھوڑی ہی دیر میں مٹ جایا کرتے ہیں اور ہوائیں اُدھر سے چلتی ہیں ادھر سے چلتی ہیں دوسرے قدموں کے نشان کو روند دیتے ہیں اور وہ کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد بالآخر مٹ جایا کرتے ہیں لیکن انسانی قدموں کے نشان یعنی اُن کی صفات کے نشان، اُن کے اخلاق کے نشان، اُن کی عظیم ذہنی اور قلبی صلاحیتوں کے نشان یہ ایک نقش دائم بن جایا کرتے ہیں۔کوئی دنیا کی طاقت ان کو مٹا نہیں سکتی لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر انصاف کرتی ہے اُن کی خوبیوں کو ہی نقش دوام نہیں بناتی بلکہ کمزوریاں بھی من وعن ایک اچھے کیمرے کی کھینچی ہوئی تصویر کی طرح اُن نقوش میں ظاہر ہوتی ہیں اور انسان کی پوری شخصیت اُس کے چھوڑے ہوئے اثرات میں منعکس ہوتی رہتی ہے۔آپ اُسے دیکھ سکتے ہیں، اگر آپ دیر کے بعد بھی وہاں جائیں تب بھی اگر ذہانت کے ساتھ کرید کے ساتھ پرانے

آثار کی تلاش کریں تو وہ آثار مل ہی جاتے ہیں۔ محققین نے آثار قدیمہ کے ذریعے آپ نے دیکھا نہیں کہ کتنی کتنی پرانی سلطنتوں کے حالات کو دوبارہ اُجاگر کر لیا حالانکہ عام انسان کی نظر کے ساتھ کمزور نظر کے ساتھ، سرسری نظر کے ساتھ وہاں سے گزرے تو چند بدزیب کھنڈرات کے سوا چند ڈرونے ٹوٹے ہوئے کمروں اور کچھ نظر نہ آئے لیکن خدا تعالیٰ نے اثرات قائم رکھنے کے جہاں سامان کیئے ہیں وہاں اثرات کو پڑھنے والے نگاہیں بھی عطا کی ہیں۔ چنانچہ ان اثرات کے نشان دیکھنے والے بہت پرانی تاریخوں اور پرانی تہذیبوں کے ایسے واقعات کو دوبارہ زندہ کر دیتے ہیں اور انکی نظر کے سامنے پوری تاریخ گھومنے لگتی ہے پھر ان سے دوسروں کو متعارف کرتے ہیں جو کتابوں کے صحیفوں میں نہیں ملتی لیکن قدرت کے صفحات میں وہ ہمیشہ کے لئے منضبط ہو چکی ہوتی ہے اور مرتسم ہو چکی ہوتی ہے۔ اس پہلو سے انسان کو یہ سوچتے رہنا چاہئے کہ میں اپنے سفر میں خواہ میرا سفر انفرادی ہو یا قومی ہو کچھ نشان ضرور چھوڑ رہا ہو۔ بعض لوگ قومی نشان چھوڑتے ہیں جیسا کہ میں نے ذکر کیا آپ نے ملک میں دو بلکہ تین عظیم بزرگ آئے اور انہوں نے قائم رہنے والے نقوش اپنے پیچھے چھوڑے جن کے حسین پہلو ہمیشہ نمایاں رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُن کے لئے دعاؤں کی تحریک پیدا کرتے رہیں گے۔ مگر ہر انسان خواہ وہ ایک وسیع دائرے کا سفر کر رہا ہو یا مختصر عالمی دائرے کا سفر کر رہا ہو خاندانی دائرہ کا سفر کر رہا ہو اُس کو یہ مضمون ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اُس کے اثرات بھی باقی رہتے ہیں۔ قوم پر نہیں تو خاندان پر رہتے ہیں۔ وسیع خاندان پر نہیں تو اپنی بیوی پر اپنے بچوں پر باقی رہتے ہیں اور وہ اثرات اتنے اہم ہیں انسانی زندگی کے لئے قرآن کریم اُن کا ذکر کرتے ہوئے انسان کو متنبہ کرتا ہے۔
يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر:۱۹) اے انسانوں وہ جو ایمان لائے ہو خدا کا تقویٰ اختیار کرو اور خبردار اس بات پر ہمیشہ نگران رہو کہ تم آئندہ آنے والوں کے لئے اپنے کیا نشان پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہو۔ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ یہاں ہر مومن کو مخاطب کیا گیا ہے یہ نہیں فرمایا گیا کہ اے بڑے لوگو اور اے قوم کے رہنماؤ اور اے بڑے بڑے وسیع اثرات رکھنے والو بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو مومن ہے اُسے یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کی تقدیر ہر بعض معاملات

میں انسان کے ساتھ ایک ہی سلوک کیا کرتی ہے اور جہاں تک نشانات کا تعلق ہے تم اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے مگر ہم تمہیں آج متنبہ کرتے ہیں کہ تمہارے نشان باقی رہیں گے۔ اور آج تمہیں متنبہ کرتے ہیں کہ ان چھوڑے ہوئے نشانات کے نتیجے میں جو تم اپنے کردار کو آئندہ نسلوں کے سامنے پیش کرو گے اُن کے بداثرات بھی ہو سکتے ہیں، اُن کے اچھے اثرات بھی ہو سکتے ہیں اور خدا تعالیٰ تمہیں اُن اثرات کے لحاظ سے جوابدہ سمجھے گا۔ وَلۡتَنۡظُرۡ کا یہی مطلب ہے ورنہ کوئی سیر کی چیز تو نہیں تھی جو خدا دکھلا رہا تھا کہ کیا نشان پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہو۔ مراد وَلۡتَنۡظُرۡ سے یہ کہ چھوڑے ہوئے نشان آئندہ قیامت کو تم پر گواہی دیں گے اگر تم اعلیٰ اخلاق کے نشان پیچھے چھوڑ کے جاؤ گے، قابل تقلید نمونے چھوڑ جاؤ گے تو خدا کے ہاں اپنی آئندہ زندگی میں ہی اس کا اجر ملے گا۔ اگر تم اس کے برعکس برے اثرات اور بری رسمیں پیچھے چھوڑ جاؤ گے تو خدا ان معاملات میں ہی تمہاری جواب طلبی کرلے گا۔

ایک اور احمدی بزرگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے اُن کا نام حضرت حافظ عبید اللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ وہ اگر چہ بہت تھوڑا عرصہ زندہ رہے اور چھوٹی عمر میں یعنی ۳۲ سال کی عمر میں وفات پاگئے لیکن اُن کے چھوڑے ہوئے نیک اثرات بھی آج تک زندہ ہیں اور گو عمر چھوٹی تھی لیکن اُن کی نیکیاں لمبی تھیں اور انشاء اللہ ہمیشہ احمدیت کی تاریخ کے ساتھ ماریشس میں زندہ رہیں گی۔ اُن کا مزار ماریشس میں ہے۔ میں نے غالباً غلطی سے صوفی غلام محمد صاحب کا کہہ دیا تھا لیکن اُن کا نہیں، وہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ بہر حال صوفی غلام محمد صاحب واپس چلے گئے تھے۔ اور ایک لمبا عرصہ واپس جانے کے بعد زندہ رہے اور مختلف جماعت کے کاموں میں فعال حصہ لیتے رہے۔ حضرت حافظ عبید اللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳۲ سال کی عمر میں ہی یہاں وفات پاگئے اور اُن کا مزار یہاں ہے اور ان دونوں مزاروں پر یعنی حضرت حافظ عبید اللہ صاحب اور حافظ جمال احمد صاحب کے مزاروں پر ہمیں جا کر دعا کرنے کی بھی توفیق نصیب ہوئی۔

ان بزرگوں کے بعد پھر دوسری نسل کے بہت سے مبلغین یہاں مختلف وقتوں میں تشریف لاتے رہے۔ اور اُن کی یادوں میں کچھ تلخیاں بھی ہیں، بہت سی اچھی باتیں بھی ہیں، حسب توفیق سب نے وقف زندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کی اور جماعت کا مختلف رنگ میں محنتیں کرتے رہے۔ یہ جو آج جماعت کی عمدہ حالت ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان سب گزشتہ خدمت دین کرنے والوں کی محنتوں

کا اثر اس میں موجود ہے لیکن یہاں کچھ عرصہ ٹھہر کر لوگوں سے ملنے کے بعد اور خصوصاً غیر احمدی اور غیر مسلم عیسائیوں اور ہندو بڑے لوگوں سے ملاقات کے بعد بعض مدبرین، مفکرین جو اپنے اپنے مقام کے لحاظ سے سرداری رکھنے والے لوگ تھے ان سے ملنے کے بعد میرا یہ تاثر ہے کہ سب سے زیادہ دائمی اور نیک اثر مولوی اسماعیل صاحب منیر نے چھوڑا ہے اور کوئی ایسا آدمی مجھے وہاں نہیں ملا جو اُن کے زمانے میں کوئی بھی حیثیت رکھتا ہو اور اُس نے نہایت ہی محبت کے ساتھ نہایت خلوص کے ساتھ اُن کا ذکر نہ کیا ہو۔ عیسائی پادری اور بڑے بڑے پادریوں نے بھی اُن کا ذکر بڑی محبت سے کیا اور کافی عرصہ تک اُن کی بڑی پرانی باتیں اپنے دلی تعلق کے ساتھ کرتے رہے اور ہندو پنڈتوں نے بھی اُن کا ذکر کیا اور سیاسی لیڈروں نے بھی اُن کا ذکر کیا اور عدلیہ کے ججوں نے بھی اُن کا ذکر کیا۔ معلوم ہوتا ہے وہ جب تک یہاں رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے گردو پیش ہر قسم کے ماحول میں نفوذ پیدا کرتے رہے اور بہت اچھے نیک اثرات پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ اس لئے جہاں باقی سب مبلغین کو اُن کی عمومی خدمات میں ہمیں یاد رکھنا چاہئے۔ خصوصیت کے ساتھ مولانا اسماعیل صاحب منیر کی نیک خدمات کے نتیجے میں اُن کو یاد رکھنا چاہئے اور اس مضمون کو خاص طور پر باندھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ہمارے اسیران راہ مولا میں اُن کا بیٹا بھی شامل ہے۔ محمد الیاس منیر ان کا صاحبزادہ جو واقف زندگی ہے اور میں اُس کو بچپن سے جانتا ہوں نہایت ہی نیک فطرت بہت ہی نیک صفات اور بہت ہی مخلص فدائی انسان ہے خالصۃً للہ وقف کرنے والا اور خالصۃً للہ وقف کے تقاضوں کو پورا کرنے والا، ایک جھوٹے الزام میں پھانسی کا پھندا اُس کے سر پر لٹکایا گیا اور ابھی تک وہ انتہائی تکلیف میں بے جا مظالم کا نشانہ بنا ہوا کال کوٹھڑی میں قید ہے لیکن اُس کے خطوط آپ دیکھیں تو اُن میں کال کوٹھڑی کے اندھیرے کا کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ خدا کی محبت میں روشن اور منور ہیں اور اُن میں دین اور ایمان اور محبت اور خلوص کی ایسی روشنی پائی جاتی ہے کہ اُن خطوں کو دیکھ کر انسان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے کہ کیسے کیسے لوگ اس دنیا میں پیدا ہوئے ہیں کوئی دنیا کی طاقت اُن کو مرعوب نہیں کر سکتی۔ ایسا زندہ ایمان بخش دیا ہے کہ اُس ایمان پر کبھی موت نہیں آسکتی بلکہ موت کے خطرات میں اور زیادہ چمکتا ہے اور زیادہ دمکتا ہے اور زیادہ روز روشن کی طرح نمایاں ہو کر آفتاب نصف النہار کی طرح چمکتا اور دمکتا ہوا ظاہر ہوتا ہے۔ اندھیرے اُس کی روشنی کو دھندلا نہیں سکتے اور بھی زیادہ تیز کر دیتے ہیں۔ ایسے اور بھی راہ مولا کے

اسیر ہیں۔اُن سب کے ذکر کا یہاں موقع تو نہیں لیکن اس ذکر میں اُن سب کو بھی شامل سمجھیں اور خصوصیت کے ساتھ اُن بزرگوں کے لئے دعاؤں کے وقت اُن کی اولادوں اور اُن کے آئندہ آنے والی نسلوں میں پیدا ہونے والے واقفین زندگی کو بھی یاد رکھیں۔خدا تعالیٰ ہمیشہ اُن کی نیکیوں کو اُن کے خون میں قائم رکھے۔اور خصوصیت کے ساتھ الیاس منیر کو یاد رکھیں اور اُن کے ساتھی جن کے اوپر اسی طرح ایک جھوٹے الزام کے طور پر موت کی تلوار لٹکائی گئی ہے اور دیگر اسیران راہ مولا جنہوں نے مختلف موقعوں پر پاکستان میں دین کی عظمت کے لئے قربانیاں دی ہیں اور آج بھی دے رہے ہیں۔اُن سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔آپ اُن کے لئے دعائیں کریں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا کے فضل سے آپ کے لئے دعائیں کریں گے۔آپ کی جو خوبیاں اس وقت بے استعمال کے پڑی ہوئی ہیں اور میں جانتا ہوں آپ میں سے بہت سے نوجوان ہیں بہت سے بڑے ہیں چھوٹے ہیں، بہت سے پڑھے لکھے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے جتنی خوبیاں دی ہیں وہ ابھی احمدیت کی خدمت میں استعمال نہیں کر رہے اُن کی دعاؤں کی برکت سے خدا اُن خوبیوں کو اُبھارے گا اور اُن کو محض نظریاتی خوبیاں نہیں رہنے دے گا بلکہ عمل کی شکلوں میں ڈھال دے گا اور وہ خوابیں نہیں رہیں گی بلکہ تعبیریں بن جائیں گی۔

اس لئے میں آپ کو خصوصیت سے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں آپ اپنے سابق بزرگوں کے لئے دعا کریں وہاں موجودہ راہ مولا میں دکھ اُٹھانے والوں کے لئے بھی دعا کریں اور ان سابق بزرگوں کی آئندہ نسلوں کے لئے بھی دعا کریں اور پھر اپنے متعلق بھی دعا کریں کہ خدا آپ کو وہ شعور بخشے جس شعور کے نتیجے میں انسان حقیقت میں عظیم الشان کارنامے سرانجام دینے کا اہل ہوا کرتا ہے۔وہ احساس کی بیداری بخشے وہ تمام دنیا کے انسانوں کے درد کی تکلیف کا احساس عطا کرے جس کو محسوس کئے بغیر انسان بنی نوع انسان کے لئے قربانیاں کرنے کا اہل نہیں بن سکتا۔بہت ہی اس قسم کی دعائیں ہیں جو ان دعاؤں سے پھوٹتی چلی جائیں گی۔اگر میں ان کا ذکر کرتا چلا جاؤں تو یہ مضمون لمبا ہوتا چلا جائے گا کیونکہ پھر ایک دعا دوسری دعا آپ کے لئے دروازہ کھول دیتی ہے پھر دوسری دعا تیسری دعا کے لئے دروازہ کھول دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو مضمون سے مضمون نکلتا چلا جاتا ہے تو اگر آپ اس طرح دعائیں کریں گے تو وہ ساری دعائیں جن کا میں نے ذکر نہیں کیا وہ بھی آپ کے ذہن میں اُبھرنا شروع ہوں گی اور اس طرح اللہ تعالیٰ آپ کو بہت ہی عظیم الشان برکتوں سے نوازے گا۔

اب ہم یہاں سے کچھ عرصہ کے بعد آج تو نہیں لیکن جلد رخصت ہونے والے ہیں اور میں آپ سب کا ایک دفعہ پھر بہت شکریہ ادا کرتا ہوں، اپنی طرف سے بھی اہل قافلہ کی طرف سے بھی آپ سب نے بڑوں چھوٹوں مردوں اور خواتین نے اس سفر کو کامیاب بنانے میں بہت ہی محبت اور خلوص اور محنت کے ساتھ حصہ لیا ہے اور جس نیک نیتی کے ساتھ حصہ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُسے قبول بھی فرمایا ہے۔اس لئے اب آپ اس سلسلے کو یہاں تک نہ رہنے دیں بلکہ ہمیشہ جاری رکھیں۔میں یہ یقین رکھتا ہوں اور مجھے اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ آج اگر ماریشس کی جماعت احمدیہ اس شعور کے ساتھ بیدار ہو جائے جو شعور ان کو نصیب ہونا چاہئے۔اس شعور کے ساتھ اُن کو اپنی صلاحیتوں کا علم ہو جائے گا کہ ہم کیا لوگ ہیں تو اُن پر ویسی ہی مثال صادق آئے گی جیسا کہ ایک قصہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک شیر بچپن سے بھیڑوں کے گلے میں پالا گیا۔اور اُسے علم نہیں تھا کہ وہ کیا ہے۔چنانچہ اُس نے بھیڑوں والی ادائیں اختیار کرلیں۔اُسی طرح دوڑتا اور نکلتا اُسی طرح جیسے بھیڑ خوف سے راستہ بدل لیا کرتی ہے وہ بھی اپنا راستہ بدل لیا کرتا تھا۔یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آیا جبکہ واقعۃً اُس گلے پر ایک شیر نے حملہ کیا اور کہانی میں بتایا جاتا ہے کہ پہلے تو خوف کے مارے اُس کا وہی حال ہوا جو بھیڑوں کا ہوا کرتا ہے۔جب موت منہ کھولے سامنے آتی دکھائی دی تو اچانک اُس کی سوئی ہوئی شیرنی بیدار ہوگئی اور ایک عظیم الشان دل دہلا دینے والی گرج کے ساتھ اُس کی ساری عظمتیں جاگ اٹھیں اور اس شان اور شوکت کے ساتھ وہ گرجا ہے کہ وہ حملہ آور شیر بھیڑوں کی طرح اُس کے آگے بھاگا ہے۔میں آپ میں جو خوبیاں دیکھ رہا ہوں جو اُس خوابیدہ شیر کی سی خوبیاں ہیں جسے علم نہیں تھا کہ وہ ایک شیر ہے۔آپ خدا تعالیٰ کے شیر ہیں۔خدا تعالیٰ کے شیروں کی طرح زندہ رہنا سیکھیں۔خدا آپ کے اندر وہ شعور بیدار کردے کہ آپ کون لوگ ہیں اور خدا نے آپ کو کیسی کیسی صلاحیتیں بخشی ہیں۔پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے چند صدیوں کی بات نہیں، چند دہاکوں کی بات نہیں چند سالوں میں سارے ماریشس کو اسلام اور احمدیت کے نور سے منور کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔